اپنی بات

شاعر زبان کا خالق ہے۔ ایسا اس لیے کہا جاتا ہے کہ دنیا کی بیشتر زبانوں میں پہلے شاعری وجود میں آئی، پھر نثر نے اپنے وجود کا اظہار کیا۔ اچھی شاعری وہی ہے، جس میں وقتی جوش و ولولہ نہ ہو، بلکہ وہ فنی و معاشرتی تہذیب کی مظہر ہو اور اپنے بنیادی قواعد وضوابط کی پابند بھی۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے، مصرع اولیٰ میں کچھ اور مضمون ہوتا ہے اور مصرع ثانی میں دوسرا مضمون، اساتذہ کی رہنمائی کے بغیر خودنمائی کے زعم میں اپنی شاعری کے جوہر دکھانے والوں کے یہاں اس طرح کی خامیاں عام ہیں ورنہ اساتذہ اپنے قیمتی مشوروں سے شعر کو شعر بنا دیتے ہیں۔

ہر شاعر عام طور پر بہت زیادہ حساس ہوتا ہے، لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر شاعر ہر چیز سے یکساں طور پر متاثر ہو اور اسے اپنی شاعری کا محور بنائے۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کوئی شاعر شاخ سے ٹوٹ کر زمین پر گرنے والے پتے کی آواز بھی سنے اور اسے محسوس کرے اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کہیں درخت گر جائے اور شاعر اُدھر دیکھ بھی نہ سکے۔ ہر شاعر کے ارد گرد ایک جیسی ہی کائنات ہے، مشاہدات ہیں، تجربات ہیں، لیکن ان کو سمجھنے کا زاویۂ نگاہ ہر شاعر کا مختلف ہوتا ہے اور جب زاویۂ نگاہ مختلف ہوگا تو پھر پیرایۂ اظہار بھی جدا ہوگا اور انداز تحریر بھی الگ ہوگا۔

آج ایسے ناقدین ادب کی کمی نہیں جو شاعری کی فنّی خامیوں کو گردانتے ہی نہیں اور اس کی اہمیت وافادیت پر گفتگو سے گریزاں نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک آج کی شاعری محض الفاظ کی بازی گری یا قافیہ پیمائی تک محدود نہیں، بلکہ اس کا دامن کائنات کے رنگ وبو کی طرح وسیع سے وسیع تر ہو گیا ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ الفاظ کی شیرینی، اشعار میں روانی اور رموز و بحور کی بندشوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے اور فکری تنوع، گہرائی اور گیرائی کو ترجیح دینی چاہیے، لیکن وہ شاید بھول جاتے ہیں کہ فکری تنوع، الفاظ کی شیرینی، سلاست اور روانی بھی اسی وقت کانوں کو بھلی لگتی ہے، جب وہ اوزان و بحور اور قوافی و ردیف کے آہنگ کے ساتھ وجود میں آئے اور ذہن و دل پر ایک ایسی کیفیت طاری کر دے جس میں ہر انسان کو اپنا کرب و نشاط، اپنی آسودگی اور اپنے جذبات و احساسات نظر آئیں۔

غزل کی لفظیات، احساسات اور انسلاکات اپنا خوشگوار اثر اسی وقت چھوڑتے ہیں جب ان میں شاعری کے تمام اجزائے ترکیبی بروئے کار لائے جائیں، ورنہ اوسط درجے کی شاعری اور اس پر کھل کر داد و دہش کے ڈونگرے برسانے والے اگلے روز یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ کل انھوں نے کیا سنا تھا، بس ایک شاعر تھا اور اس کا شعر تھا.... اور اس کے بطن میں کیا پیغام تھا آیا وہ پیغام تھا بھی یا نہیں، یہ یاد نہیں رہتا۔ اچھی اور سچی شاعری ایک ہی وقت میں شخصی بھی ہوسکتی ہے، عصری بھی اور آفاقی بھی۔ اس لیے یہ غور کرنا چاہیے کہ ہم جو شاعری قاری کے سامنے پیش کر رہے ہیں، آیا اس میں بلند آہنگی بھی ہے یا نہیں۔ وہ ایک خاص تاثر یا ایک خاص رمز واشارہ کا بیانیہ ہے یا نہیں۔ بصورت دیگر صحرا میں اُٹھتے ہوئے بگولے اچھے تو لگتے ہیں، لیکن وہ خود اپنا نشان بھی مٹاتے چلتے ہیں چہ جائے کہ نئی منزلوں کی جانب رہنمائے سفر بنیں۔

اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ بلند آہنگی، روانی، بے ساختگی اور غنائیت کے بغیر اچھی شاعری کا تصور محال ہے۔ بہ صورت دیگر شاعری سمندر کی خارجی سطح پر اُبھرنے والے ان حبابوں سے زیادہ نہیں، جو دیکھنے میں بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں، لیکن ذرا دور چلنے کے بعد اپنی زندگی کھو بیٹھتے ہیں۔ 'ایوانِ اردو' کے قارئین کی آرا کا انتظار ہے۔

—ادارہ